© rasailojaraid.com

مختلف مسائل کے بارے میں ان کے افکار کی افادیت کا جائزہ لے کر نتائج اخذ کیے ہیں۔ مصنف نے مولانا کی اردو خدمات پر جس تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ان کی بیشتر مساعی کا ذکر کیا ہے اور جس محنت اور عرق ریزی سے انھوں نے حوالے جمع کیے ہیں اس سے موصوف کا مولانا سے ایک قلبی تعلق بھی معلوم ہوتا ہے۔ کتاب ٹائپ میں ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے، جلد بندی اوسط درجے کی ہے۔ مجموعی طور پر طالبان علم اس تصنیف سے بہت کچھ فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

(نوٹ: اس کتاب کا ایک ایڈیشن آسی سنہ ۱۹۸۸ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی نے بھی شایع کیا تھا جس پر "حرف آغاز" ڈاکٹر خلیق انجم کے قلم سے ہے)۔

۲۔ مضامین اختر جوناگڑھی

مصنف: قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی

ناشر : انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، کراچی، سنہ اشاعت: ۱۹۸۹ء

مبصر : عتیق احمد جیلانی

قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی (۱۸۹۷-۱۹۵۵) کا شمار اردو ادب اور اسلامی تاریخ کے نامور محققین میں ہوتا ہے۔ وہ ایک ہمہ جہت اور متنوع شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے اجداد اپنا وطن سندھ چھوڑ کر عہد فرخ سیر میں جوناگڑھ چلے گئے تھے۔ قیام پاکستان کے دوران قاضی صاحب نے آزادی کے جرأت مند رہنما کا کردار ادا کیا۔ ان کی رواجی تعلیم انٹرمیڈیٹ تک تھی مگر بزرگوں کے فیضان سے علوم عربی و فارسی میں دسترس کے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ ذوق تحقیق بھی رکھتے تھے۔ انھی خوبیوں کے پیش نظر ۱۹۵۲ء میں علامہ آئی آئی قاضی کے دور میں سندھ یونیورسٹی کے مسلم ہسٹری ڈپارٹمنٹ میں استاد مقرر ہوئے اور بہت جلد صدر شعبہ ہوئے۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ تا دمِ آخر جاری رہا۔ "حیات نظامی گنجوی" مطبوعہ ۱۹۱۳ء سے لے کر زیر نظر مجموعۂ مضامین تک ان کی ۱۳ مطبوعات ہیں، جب کہ غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد ۹ ہے۔

اس مجموعے میں بیس مضامین شامل ہیں۔ ان میں سے ۹ نو کا تعلق گجراتی ادب سے ہے۔ تین تین مقالات غالب اور شبلی کے بارے میں اور پانچ متفرقات ہیں۔ "گجراتیات" میں بھی زیادہ توجہ ولی پر صرف ہوئی ہے۔ یوں "تحقیقاتِ ولی" کا دائرہ نصف کتاب سے زائد پر پھیلا ہوا ہے۔ اس باکمال شاعر سے متعلق یہ مضامین پہلی مرتبہ ۴۶-۱۹۴۵ میں رسالہ "معنف" علی گڑھ اور رسالہ "اردو" دھلی میں شائع ہوئے اور اھل تحقیق کی توجہ کا مرکز بنے۔ ۱۹۵۰ء میں ڈاکٹر سید ظہیرالدین مدنی کی کتاب "ولی گجراتی" سامنے آئی جس میں قاضی صاحب کے نتائجِ تحقیق کو مستحکم کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا مقالہ "ولی دکنی یا گجراتی" رسالہ ساقی میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی قاضی صاحب کی آرا سے اتفاق کیا۔ اسی سال انجمن ترقیٔ اردو پاکستان نے سید نورالحسن ہاشمی کے مقدمے کے ساتھ کلیات ولی کا تیسرا ایڈیشن شایع کیا۔ اس میں دیے گئے حالاتِ ولی، قاضی صاحب ھی کے مقالات سے ماخوذ ہیں۔

ولی کے بارے میں ان کی تحقیقات کے بعض نکات یہاں درج کیے جاتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- ولی کا پورا نام "شاہ محمد ولی اللہ" تھا - اس کے شواہد میں ولی کے دستخط ، مہر ، انساب نامہ اور اعراس نامہ موجود ہیں۔

۲- سال پیدائش ۱۰۵۰ھ یا کچھ بعد متعین کرنے کے قرائن موجود ہیں۔

۳- وفات ۱۱۱۹ھ میں ہوئی۔ اس سلسلے میں محمد احسن مفتی کا قطعۂ تاریخ موجود ہے - ولی کے برادر نسبتی شیخ فرید صدیقی کے فرزند شیخ جمیل اللہ (م ۱۱۴۸ھ) نے یہ تاریخ نکالی ہے : مین أعین بدر خفیا (ماہِ کامل آنکھوں سے اوجھل ہو گیا) اس سے ۱۱۱۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔

۴- ولی کے گجراتی ہونے کے ناقابل تردید شواہد موجود ہیں : حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی کے خاندان سے ہونا، احمدآباد میں اپنے خاندانی مدرسے میں تعلیم و تربیت، گجراتی پیر طریقت، خاندانی بزرگوں اور عزیزوں کا ذکر دیوانِ ولی میں ، گجراتی احباب اور تلامذہ ، فراقِ گجرات والا قطعہ اور مثنوی در تعریف سورت، کلام ولی میں گجراتی مقامات اور لباسوں وغیرہ کا ذکر ، گجراتی الفاظ اور محاورات کا استعمال، احمدآباد میں وفات اور خاندانی قبرستان میں تدفین، قطعۂ تاریخِ وفات کی گجرات سے دستیابی۔

" ولی کا سن وفات " کے عنوان سے بھی ایک مضمون شامل ہے - یہ مقالہ دراصل محمد یحییٰ تنہا مؤلف "مرآۃ الشعرا" کے جواب میں تحریر کیا گیا تھا- جنوری ۱۹۵۱ء کے رسالہ "اردو" میں مولوی عبدالحق نے مذکورہ تالیف کے حصہ دوم پر تبصرہ کرتے ہوئے ولی کے سنہ وفات کی بحث اٹھائی تھی اور قطعۂ ذیل کی بنیاد پر ۱۱۱۹ھ کے حتمی اور یقینی ہونے پر زور دیا تھا :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلعِ دیوانِ عشق، سیّدِ اربابِ دل
والیِ ملکِ سخن، صاحبِ عرفاں ولی
سالِ وفاتش خرد از سرِ الہام گفت
باد پناہِ ولی ساقیٔ کوثر علی

مولوی محمد یحییٰ تنہا نے سہ ماہی "اردو" اپریل ۱۹۵۱ء میں اس کا جواب تحریر کیا اور "از سرِ الہام" سے "الہا" مراد لے کر قطعے سے ۱۱۵۵ھ برآمد ہونے پر اصرار کیا۔ اسی شمارے میں ان کے خط کے بعد قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کا زیر نظر مضمون اور حفیظ ہوشیارپوری کا ایک مختصر جواب بھی شائع ہوا ہے ان دونوں صاحبان نے مولوی عبدالحق کی تائید میں دلائل دیے ہیں اور تنہا کو فن تاریخ گوئی کے حوالے سے نشانۂ تنقید بنایا ہے۔

ولی پر قاضی صاحب کی وسیع تحقیقی کاوشوں کے باوصف متذکرہ امور ہنوز بحث طلب ہیں۔ بعض اہلِ علم نے ان سے اختلاف کا اظہار بھی کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے "تاریخ ادب اردو" میں ان کے برعکس نتائج اخذ کیے ہیں، خصوصاً ولی کے نام اور سالِ وفات کے ضمن میں۔ بہرحال دکنی اہلِ تحقیق کی جانب سے دست آویزی شہادتوں کی کمی کے سبب سید نورالحسن ہاشمی کی یہ رائے آج بھی قابلِ توجہ ہے کہ "اہلِ دکن ولی کے خاندان یا اس کی زندگی کے دیگر حالات ہنوز تحقیق نہیں کر سکے ہیں اس لیے ابھی تک اہل گجرات کی تحقیق میں زیادہ وزن معلوم ہوتا ہے۔" (بحوالہ مقدمہ "کلیات ولی" طبع سوم، ص ۲۱)

"دیوان ولی کا قدیم ترین مخطوطہ" کے عنوان سے قاضی صاحب نے انجمن کے کتب خانے میں موجود ذخیرۂ مولوی عمر یافعی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نسخے مکتوبہ ۱۱۳۵ھ کا تعارف کرایا ہے۔ یہ مضمون اس سے پہلے جولائی ۱۹۵۵ء کے سہ ماہی "اردو" میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں نسخے کی کیفیت اور اہمیت واضح کرنے کے بعد اس کی لسانی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور پھر "کلیات ولی" طبع دوم سے مقابلہ کر کے اختلافاتِ نسخ کی نشاندھی کی گئی ہے۔ قاضی صاحب نے چھے مکمل غزلوں اور بعض زائد اشعار کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جو کسی مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ کلام ولی کی دریافت کے سلسلے میں قاضی اختر مرحوم کے علاوہ، نصیرالدین ہاشمی، ڈاکٹر مختارالدین احمد، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر عالی جعفری، محمد اکرام چغتائی، اور ڈاکٹر معین الدین عقیل کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں بحوالہ "پاکستان میں اردو تحقیق: موضوعات اور معیار" از ڈاکٹر معین الدین عقیل)۔

انجمن کے اس نسخے کو قدیم ترین قرار دینے کا سبب اُن کے خیال میں یہ ہے کہ "کلیات ولی طبع اول کے مقدمے میں مولوی احسن صاحب مارہروی مرحوم نے ان تمام مخطوطات کی فہرست دے دی ہے جو ترتیب کلیات کے وقت کے پیش نظر تھے۔ ان میں سر فہرست وہ نسخہ ہے جو ۱۱۲۱ھ کا مکتوبہ اور نواب نصیر حسین خیال مرحوم کی ملک بتایا گیا ہے لیکن اس نسخے کا کہیں پتا نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہے اور واقع میں اس کا وجود بھی کہیں تھا یا نہیں۔ (ص ۱۱۶)

محمد اکرم چغتائی نے نسخۂ نواب نصیر حسین کے وجود کو یقینی بتایا ہے اور اس کا سال کتابت ۱۱۲۰ھ درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ چھے اور نسخوں کا ذکر بھی کیا ہے جو ۱۱۳۵ھ سے پہلے کے ہیں: ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ، حیدرآباد دکن،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکتوبہ ۱۲۵؍ھ۔ ۲۔ قبل ۱۱۲۸ھ کا مکتوبہ، مملوکہ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد دکن۔ ۳۔ سنہ کتابت ۱۱۳۱ھ، انجمن ترقیٔ اردو، کراچی۔ ۴۔ مکتوبہ ۱۱۳۲ھ، بحوالہ ڈاکٹر علی جعفری۔ ۵۔ سنہ کتابت ۱۱۳۴ھ، مملوکہ دانشگاہ پنجاب، لاہور۔ ۶۔ نسخۂ انجمن ترقیٔ اردو ہند، مکتوبہ ۱۱۳۴ھ۔ (بحوالہ "دیوان ولی کے قلمی نسخے"، مشمولہ رسالہ اردو، جولائی ۱۹۱۱ء، جلد ۴۲، شمارہ ۳۔

محمد اکرم چغتائی نے دیوان ولی کے ۱۱۸ نسخوں کا ذکر کیا ہے جبکہ معروف محقق جناب مشفق خواجہ نے "جائزہ مخطوطات اردو" میں مزید ۱۳ قلمی نسخوں کا تعارف کرایا ہے۔ ان میں کتب خانۂ خدابخش پٹنہ میں موجود دیوان ولی مکتوبہ ۱۱۲۰ھ بھی شامل ہے۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انجمن ترقیٔ اردو، کراچی میں موجود جس قلمی دیوان کو قاضی صاحب نے قدیم ترین قرار دیا ہے وہ اہم ضرور ہے مگر قدیم ترین ہرگز نہیں۔

"کلیات ولی طبع دوم پر ایک نظر" اگرچہ تبصرہ ہے لیکن متعلقہ موضوع میں قاضی صاحب کی کثیر معلومات اور گہرے مطالعے کا غماز ہے۔ اس مضمون میں حیات ولی کے بارے میں چند مفید اشاروں کے علاوہ جو چیز قابل توجہ ہے وہ ہے ولی کے الحاقی کلام کلیات طبع دوم میں اغلاط فرہنگ کی نشاندھی۔

گجراتیات کے ضمن میں ولی پر تحریر کیے گئے سات مقالات کے علاوہ اس کتاب میں دو مقالے مزید ہیں، ایک "گجرات کے چند قدیم شعرائے اردو" اور دوسرا "اشرف گجراتی"۔ اول الذکر میں چار شعرا احمد، اشرف، رضی اور امین کا ذکر ہے اور دوسرے مقالے میں اشرف گجراتی شاگرد ولی کا احوال مختلف دستاویزات کی مدد سے تحریر کیا ہے۔ یہ مضمون رسالہ "اردو" جنوری ۱۹۴۷ء میں شائع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوچکا ہے۔ اس میں دیوان اشرف کے ایک قلمی نسخے کا ذکر ہے جو آج کل انجمن ترقی اردو ہند کی ملکیت ہے۔ رسالہ اردو جولائی ۱۹۳۵ء میں شیخ چاند نے اس نسخے کا سال کتابت ۱۱۲۹ھ لکھا ہے لیکن قاضی صاحب نے اپنے مقالے میں ایک جگہ ۱۱۲۹ھ (ص ۲۳۳) اور دوسری جگہ ۱۱۲۵ھ (ص ۲۵۶) درج کیا ہے۔ جناب مشفق خواجہ نے بھی "جائزہ مخطوطات اردو" (ص ۲۳۰) میں اس تضاد کی نشاندہی کی ہے۔

"مضامین اختر جوناگڑھی" میں گجراتی ادب کی بحثوں کے بعد متفرق موضوعات پر گیارہ مضامین شامل ہیں۔ ان میں سے بیش تر مختصر نشریہ تقریریں ہیں جن کے مطالعے سے بجا طور پر تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ اس حصے میں دو مضامین البتہ لائق توجہ ہیں: "مرزا غالب اور امیر مینائی" اور "اسلامی ادبیات کا ناشر اعظم منشی نول کشور۔"

پہلے مضمون میں مرزا غالب اور امیر مینائی کے تعلقات پر روشنی ڈالنے کے لیے ایک خط بنام منشی شیونرائن (مکتوبہ ۱۲ جنوری ۱۸۵۹ء) اور امیر کے قطعے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ "ہنگامہ دل آشوب" سے منقولہ اس قطعے کے شاعر منشی امیر احمد امیر مینائی ہرگز نہیں بلکہ یہ قطعہ کسی محمد امیر کی فکر سخن کا نتیجہ ہے، جن کے حالات ہنوز پردہ خفا میں ہیں۔ بحوالہ غیر مطبوعہ مقالہ "غالب اور امیر کے تعلقات" (از سید جاوید اقبال)۔

مجموعی طور پر یہ کتاب شائقین ادب اور ارباب تحقیق کے لیے یکساں دلچسپی کا سامان رکھتی ہے۔ خاص طور پر "دکنیات" سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس مجموعے کے ذریعے قاضی صاحب کی متفرق تحریرات، یکجا دیکھنے کا موقع ملے گا۔

© rasailojaraid.com